حضرت تھانویؒ کی کثرتِ تصانیف کے ظاہری اسباب

مولانا عبداللطیف قاسمی

امت میں بہت سارے ماہر مصنفین وتجربہ کار مؤلفین گزرے ہیں جنھوں ڈھیر ساری کتابیں تصنیف کیں؛ لیکن اللہ تعالیٰ نے ان تصنیفات کو باقی نہیں رکھا؛ بلکہ ان کتابوں کا نام ونشان بھی باقی نہ رہا، جن کو اس نے قبول نہیں فرمایا۔ علامہ خرشی مالکیؒ نے مختصر خلیل کے مقدمہ میں ایک تاریخی جملہ رقم فرمایا ہے: ''کَمْ مِنْ تَألِيفٍ طُوِيَ ذِكْرُه، وَلَمْ يُشْتَغَلْ بِه'' کتنی ایسی کتابیں ہیں جن کے نام بھی لوگ جانتے نہیں ہیں، اسکے برخلاف کچھ مصنفین ومولفین وہ ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی تصانیف کو مقبولیتِ تامہ وافادیتِ عامہ عطا فرمایا، امام مالکؒ کے زمانہ میں ابن ابی ذئب ایک بزرگ تھے، انھوں نے ایک موطا نامی کتاب لکھی جو امام مالکؒ کی موطا سے زیادہ ضخیم تھی، لوگوں نے امام مالک سے سوال کیا: مَا الفائدۃُ فِي تَصْنِيفِه؟ اب آپ کی موطا سے کیا فائدہ ہوگا امالکؒ نے جواب میں ارشاد فرمایا: مَا كَانَ لِلّٰهِ يَبْقَىٰ۔ جو اللہ کے لیے ہوگی باقی رہے گی۔

اللہ تعالیٰ نے ان کی تصانیف کو قبول فرمایا، تحریروں سے قرآن وحدیث کے نصوص، اور منشاء شریعت کو سمجھنے میں مدد حاصل کی جاتی ہے اور ان کے اقوال کو سند کا درجہ دیا جاتا ہے، وہ دنیا سے رخصت ہوگئے، لیکن وہ اور ان کی تصنیفات، زندہ وتابندہ ہیں، امت ان سے برابر مستفید ہورہی ہے، ان کی تالیفات ہمارے نصاب میں داخل، ہمارے کتب خانوں کی زینت، مصنفین، مولفین، شارحین، مفتیان کرام، محدثین عظام، مدرسین اور طلبہءعلم کا مرجع اور آنکھوں کا سرمہ بنی ہوئی ہیں۔

امت کے بے شمار اکابرین متنوع موضوعات پر مقبول اور بے شمار تالیفات اپنے پیچھے چھوڑی ہیں۔ مثلاً امام محمد بن حسن الشیبانی، امام طحاوی، امام سلیمان بن احمد الطبرانی، (۴۶ کتابیں) علی بن عمرو دارقطنی (۸۰)، حاکم ابوعبد اللہ النیساپوری (۱۵۰۰، اجزاء) احمد بن حسن ابوبکر البیہقی الشافعی (۱۰۰۰) احمد بن علی بن ثابت المعروف بالخطیب

البغدادی (۵۶)، محمد بن محمد بن محمد الغزالی، ابوالفرج ابن الجوزی (۲۰۰۰)، ابوالبرکات النسفی، محمد بن محمد بن عثمان شمس الدین الذہبی، تقی الدین السبکی (۱۵۰)، یحییٰ بن شرف النووی الشافعی، حافظ ابن تیمیہ، حافظ ابن حجر العسقلانی، حافظ بدرالدین العینی، علامہ محمد بن عبدالرحمن السخاوی (۲۰۰)، جلال الدین السیوطی (۷۲۵) علامہ محمد عبدالرؤف بن تاج المناوی (۸۰) ابن رجب حنبلی ا، علامہ محمود بن عبداللہ آلوسی رحمہم اللہ وغیرہ ہیں۔

ان ہی مبارک و مقبولان خدا بزرگوں میں ہمارے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی، مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ اور بالخصوص حکیم الامت مجدد الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ ہیں، جن کا تذکرہ یہاں مقصود ہے۔

حضرت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کو اللہ تعالیٰ نے شروع ہی سے اعلیٰ درجہ کا ملکہ تصنیف عطا فرمایا تھا، تصوف، تفسیر، حدیث، فقہ، علم کلام اور تجوید وغیرہ علوم میں آپ کی تصنیفات ہیں، حضرت والا جب کسی موضوع پر قلم اٹھاتے ہیں تو اس کا کوئی ضروری پہلو نظر انداز نہیں ہوتا۔

نیز اس کو دلائلِ عقلیہ و نقلیہ کے ذریعہ مدلل و مبرھن فرماتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے حضرت والا کو کثرت تصانیف کی نعمت کے ساتھ ساتھ مقبولیت عامہ اور نافعت تامہ بھی عطا فرمایا ہے، حضرت والا کی کتابوں کی طرف علماء و عوام کا رجوع ہے اور امت ان سے برابر مستفید ہو رہی ہے۔

حضرت والا کی تصانیف میں شروع ہی سے من جانب اللہ برکت، خصوصی نصرت اور غیبی مدد شامل حال رہی ہے۔

چنانچہ طالب علمی کے زمانے میں ہی جب آپ کی عمر صرف ۱۸ سال کی تھی، فارسی میں مثنوی "زیر و بم" لکھی، نیز جس زمانے میں حضرت والا اپنے پیر و مرشد حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہ العزیز کی خدمت میں قیام پذیر تھے، حاجی صاحب کے حکم سے حضرت ابن عطا اسکندری کی کتاب "تنویر" کا اردو ترجمہ "اکسیر فی اثبات التقدیر" کر رہے تھے، حضرت حاجی صاحب نے بہت کم وقت میں بہت زیادہ کام ہوتا ہوا دیکھ کر یہ بشارت سنائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے وقت میں برکت رکھی ہے، چنانچہ واقعی حضرت والا کے وقت میں کھلی ہوئی برکت دیکھنے میں آئی، جتنے وقت میں جتنا کام حضرت والا کر لیتے تھے، اکثر تجربہ کاروں کو یہ تسلیم کرنا پڑا ہے کہ دوسرا نہیں کر سکتا۔

کثرت تصانیف میں امداد غیبی کے چند ظاہری اسباب:...... آپ کی کثرت تصانیف کے ظاہری اسباب مندجہ ذیل ہیں جن کو آپ کے خلیفہ اور آپ کے سوانح نگار حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ نے "اشرف السوانح" میں بیان کیا ہے۔

پہلا سبب:...... حضرت والا کے اندر کسی کام کو شروع کر کے اس سے اپنے قلب و دماغ کو فارغ کرنے کا تقاضا

اس شدت سے پیدا ہوتا تھا کہ جب تک اس سے مکمل فارغ نہیں ہوتے، بے قرار و بے چین رہتے تھے، رات دن، وقت بے وقت باستثناء امور ضروریہ کے اسی کی تکمیل کی دھن میں لگے رہتے تھے اور اس کو جلد سے جلد پورا فرما کر ہی سکون پاتے تھے۔

خواجہ عزیز الحسن مجذوب لکھتے ہیں:

''احقر کو اچھی طرح یاد ہے کہ جب کلید مثنوی کی شرح قریب الختم تھی تو حضرت والا کے اندر اس سے فراغت حاصل کرنے کا اس شدت کے ساتھ تقاضا ہوا کہ آخر میں دن بھر اسی کو لکھتے رہے پھر تمام رات لکھتے رہے، ایک منٹ کے لیے بھی نہ سوئے اور فجر سے پہلے اس کو ختم کر کے ہی دم لیا اور فرمایا: پوری رات جاگنے کا اس سے پہلے کبھی اتفاق نہ ہوا تھا جس کا یہ اثر ہوا کہ بوجہ خلاف عادت تعب برداشت کرنے کے بخار ہو گیا، لیکن بخار میں بھی ایک اطمانینی کیفیت تھی کیونکہ کام سے فارغ ہونے کے بعد بخار آیا تھا۔

دوسرا سبب:......امداد غیبی کا دوسرا سبب یہ ہے کہ حضرت والا کو کسی مضمون کے تحریر فرمانے میں زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں پڑتی، اکثر بڑے بڑے غامض مضامین کو بھی قلم برداشتہ لکھتے دیکھا گیا، اگرچہ دورانِ تحریر اور تحریر کے بعد بھی اس میں اضافات و ترمیمات بکثرت فرماتے رہتے تھے۔

تیسرا سبب:......تیسرا سبب وقت میں برکت ہے کہ موانع سے حفاظت رہتی تھی چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے تھے:

''تفسیر "بیان القرآن" لکھنے کے زمانہ میں جس کی مدت تقریباً ڈھائی سال تھی، میرا کبھی کان بھی گرم نہیں ہوا، حالانکہ اس زمانہ میں یہاں طاعون کی بہت کثرت رہی۔''

حضرت والا یہ بھی فرمایا کرتے ہیں:

''جب تفسیر لکھنے کے زمانہ میں قصبے کے اندر شدت کے ساتھ طاعون پھیلا، تو میں نے دعا کی کہ اے اللہ! جب تک تفسیر پوری نہ ہو اس وقت تک تو مجھے زندہ ہی رکھیے گا، چنانچہ بفضلہٖ تعالیٰ میرا کان بھی گرم نہ ہوا، الحمدللہ تفسیر مع الخیر پوری ہو گئی۔''

چوتھا سبب:......حضرت والا کی کثرت تصانیف کا چوتھا سبب عدم غلو ہے، چنانچہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب" سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند نے بھی ایک بار یہی رائے ظاہر فرمائی تھی، حضرت تھانوی مولانا حبیب الرحمن رحمہ اللہ کی رائے کو نقل فرما کر فرمایا کرتے تھے:

''واقعی بالکل صحیح فرمایا، زیادہ کاوش سے کچھ کام نہیں ہوتا، میری نظر تو صرف ضرورت پر رہتی ہے،

صرورت سے زیادہ کاوش کرنے سے جی بہت الجھتا ہے، اسی وجہ سے میری عبارت بہت مختصر ہوتی ہے، مگر اظہار مدعا کے لیے بالکل کافی ووافی ہوتی ہے اور واضح ہوتی ہے، بلاضرورت میں ہرگز طویل نہیں کرتا، مگر جہاں وضوح کے لیے تطویل ہی کی ضرورت ہو، وہاں تطویل سے گریز بھی نہیں کرتا۔"

حضرت والا جس زمانہ میں بکثرت کتابیں تصنیف فرماتے تھے، اکثر اپنے پاس پنسل اور کاغذ رکھتے تھے اور جس وقت اس کے متعلق کوئی مضمون ذہن میں آتا، فوراً اس کو لکھ لیتے بلکہ بعض اوقات رات کو سوتے وقت بھی تکیہ کے نیچے کاغذ اور پنسل رکھ لیتے تاکہ اگر رات کو بھی کوئی مضمون ذہن میں آئے تو فوراً روشنی کا انتظام کر کے اس کے متعلق یادداشت لکھ لی جائے۔

پانچواں سبب:......حضرت والا نہایت منضبط الاوقات تھے، چنانچہ حضرت والا فرمایا کرتے تھے کہ اگر میں انضباطِ اوقات نہ کرتا تو دین کی جو کچھ تھوڑی بہت مجھ سے خدمت ہو سکی ہے ہرگز نہ ہو سکتی، حضرت والا انضباط اوقات کے سلسلہ میں یہاں تک پابند تھے کہ ایک مرتبہ حضرت والا کے استاذ مکرم شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے اور آپ کے مہمان ہوئے، تو حضرت والا نے حضرت شیخ الہندؒ کے لئے راحت و آرام کے سارے انتظامات فرمادینے کے بعد جب تصنیف کا وقت آیا، تو نہایت ادب کے ساتھ اجازت حاصل فرما کر تصنیف کے کام میں مشغول ہو گئے، پھر تصنیف میں دل نہ لگا اور تھوڑی ہی دیر بعد حاضر خدمت ہو گئے، لیکن بالکل ناغہ اس روز بھی نہ کیا۔

چھٹا سبب:......چھٹا سبب اخلاص ہے، یہی وجہ ہے کہ حضرت والا نے اپنی تصنیفات کو معاش کا ذریعہ نہیں بنایا، چنانچہ حضرت والا کی طرف سے عام اجازت ہے کہ جس تصنیف کو جو چاہے اور جتنی تعداد میں چاہے چھاپ سکتا ہے، چنانچہ اہل مطابع لاکھوں روپے حضرت والا کی تصانیف کو شائع کر کے حاصل کرتے ہیں۔

ایک انگریز نے حضرت والا سے پوچھا کہ آپ کو تفسیر کے لکھنے میں کتنے روپے ملے؟ حضرت والا نے فرمایا: "کچھ بھی نہیں" تو اس نے بہت تعجب کیا، اور کہا کہ پھر اتنی بڑی کتاب لکھنے کی آپ نے محنت کیوں کی؟ حضرت والا نے فرمایا کہ "ہم لوگوں کا عقیدہ ہے اس زندگی کے علاوہ بھی ایک زندگی ہے جس کو آخرت کہتے ہیں، میں نے یہ محنت اس امید کے ساتھ کی ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ مجھے اس کا عوض اس دوسری زندگی میں ملے گا، اور دنیا کا فائدہ یہ ہے کہ جب میں دیکھوں گا کہ میرے مسلمان بھائی پڑھ پڑھ کر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو مجھ کو خوشی ہوگی۔"

سب سے بڑی احتیاط جو حضرت والا کی اہم خصوصیات میں سے ہے، وہ یہ ہے کہ اپنی تصانیف کے تسامحات اتفاقی کو جن کا علم خود یا کسی دوسرے کے ذریعے سے ہوتا رہتا تھا، ان سے رجوع فرماتے تھے، اور اس رجوع کو

شائع بھی فرماتے رہتے تھے اور اس سلسلہ کا ایک خاص عنوان "ترجیح الراجح" تجویز کیا گیا جو مستقل طور پر جاری تھا، اس سلسلہ میں حضرت والا کو جہاں اپنے تسامحات پر شرح صدر ہو جاتا، وہاں رجوع فرما لیتے اور جہاں تردد رہتا ہے وہاں جواب لکھ کر یہ تحریر فرما دیتے کہ دیگر علماء سے بھی تحقیق کر لیا جائے، اس کے متعلق حضرت مولانا انور شاہ صاحبؒ فرماتے ہیں:

"ترجیح الراجح" اس زمانے کی ایک بالکل نرالی چیز ہے یہ سلف صالحین کا معمول تھا، مولانا تھانویؒ کی امتیازی شان اور کمال صدق و اخلاص کے ظاہر کرنے کے لئے بس یہی کافی ہے۔"

حضرت والا نے بعض فضلاء سے اپنی تصانیف "بہشتی زیور" "امداد الفتاوی" اور "تفسیر بیان القرآن" پر نظر ثانی بھی کرائی اور جن تسامحات پر شرح صدر ہو گیا ان کو اصل نسخہ میں درست فرما کر شائع بھی فرمایا۔

حضرت اقدس تھانوی کے کثرت تصانیف کے مذکورہ ظاہری اسباب اصول کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر ہم کامیاب مصنف و مؤلف بننا چاہتے ہیں اور اپنی تصانیف کو مقبول و نافع بنانا چاہتے ہیں تو ہمارے لیے ضروری ہے کہ ہم مذکورہ اصول کو اختیار کریں، اگر ہم ان اصول کا اختصار کرنا چاہیں تو اس طرح کر سکتے ہیں:

(۱) شوق و جذبہ (۲) استحضارِ علم (۳) لایعنی امور سے احتراز (۴) تصنع و تکلف سے اجتناب (۵) انضباطِ اوقات (۶) اخلاص۔

لہٰذا ہمیں چاہیے کہ ہم بھی ان زریں اصول پر کاربند ہو کر دینی خدمات میں ہمہ تن مصروف رہیں۔

☆......☆......☆

نواب عشرت علی خان قیصرؒ کا ایمان افروز واقعہ

فرماتے ہیں کہ آج میں مکان سے باہر نکلا تو ایک طالب علم کھڑے نظر آئے۔ میں نے پوچھا: آپ کیسے کھڑے ہیں؟ کہنے لگے: حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا تھا۔ میں نے پوچھا: پھر آپ نے گھنٹی نہیں بجائی؟ کہنے لگے: بجائی تھی مگر چوکیدار نے آکر دیکھا اور واپس چلا گیا۔ میں طالب علم کو اندر لے گیا۔ چوکیدار کو بلایا، طالب علم سے کہا: اپنے جوتے اتار کر مجھے دو، میں نے طالب علم کے جوتے لئے اور اپنے سر پر رکھ لئے۔ چوکیدار سے کہا: اگر کوئی عزو جاہ والا، کوئی سوٹڈ بوٹڈ ملنے آتا تو تم بھاگے بھاگے فوراً میرے پاس آتے اور اطلاع دیتے، فلاں صاحب ملنے آئے ہیں۔ تم نے طالب علم کو قابل توجہ نہ سمجھا۔ میں طالب علم کے جوتے اپنے سر پر رکھ کر تمہیں یہ سبق دے رہا ہوں کہ طلبا علوم دینیہ کی کیا عظمت ہوتی ہے۔